تعدد ازدواج ہندوستانی مسلمانوں میں
ایک مطالعاتی جائزہ

پروفیسر سید انوار الحق حقی صدر شعبہ سیاسیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

ترجمہ : عبدالحی فاروقی ایم اے

تعدد ازدواج یعنی ایک شخص کا بہ یک وقت ایک سے زائد بیویوں کا رکھنا عام طور سے مسلم تہذیب وتمدن کا ایک لازمی خاصہ سمجھا جاتا ہے اور بعض اوقات کچھ کھلے دماغ رکھنے والے حضرات بھی اپنی عدم واقفیت کی بنا پر یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت تعدد ازدواج کی حامی ہے حالانکہ تعددِ ازدواج کا جواز کچھ شرائط اور متعینہ حدود کے ساتھ اسلام میں رکھا گیا ہے مثلاً سماج کی اعلیٰ قدروں کی حفاظت ونشوونما اور معاشرے میں آزاد جنسی تعلقات کی روک تھام کے خیال سے اس کی اجازت دی گئی ہے[1]۔ یہ مسئلہ وقتی حالات میں صرف ایک اجازت کی حیثیت رکھتا ہے کوئی لازمی اور ضروری چیز نہیں ہے کہ جس کے اوپر عمل کرنا ہر ایک کے لئے ضروری ہو۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی تہذیب میں اس کی کوئی اہمیت بھی نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ بقول ویسٹر مارک (Wester mark) "ایک سے زائد بیویوں کے رکھنے کی اجازت بعض قدیم لوگوں میں بھی تھی اور ہمارے زمانے میں بھی (۱۸۹۴ء) مختلف ترقی یافتہ قوموں میں اور بیش تر غیر متمدن اقوام میں اس کا رواج ہے[2]۔" مزید برآں کپاڈیا[3] (Kapadia) اور ولوالکر[4] (Valvalkar) کے مطابق ہندوؤں میں بھی خاندانی نسل کی بقا کے لئے اور

اولادِ نرینہ کی خواہش میں ایک سے زائد بیویوں کے رکھنے کی اجازت ہے۔ ابھی حال ہی میں ہندوستان کی شہری آبادی کے ایک سروے رپورٹ سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ[۶] (الف) چند زوجیت (Polygamy) کا چلن اب بھی شہریوں میں بلا امتیاز مذہب وملت ان کی ایک تہذیبی خصوصیت کی حیثیت سے قائم ہے (ب) آسام کے علاوہ باقی ہندوستان کے ہر شہر میں اس کا رواج ہے (ج) کانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کے علاوہ سماج کے ہر طبقہ میں اس کا چلن ہے (د) باوجود ہندو میرج ایکٹ[۷] کے تعدد ازدواج کے لحاظ سے ہندوؤں کی تعداد ۲،۷ فیصدی ہے اور تقریباً ہر ایک ہزار شادی شدہ ہندوؤں میں سات افراد ایسے ہیں جو ایک سے زائد بیویاں رکھتے ہیں۔

اغراض ومقاصد ہندوستان کی مجموعی آبادی میں مسلم آبادی ۱۲ فیصدی ہے جو دنیا میں تیسری بڑی آبادی ہے اور اس کے معتقدات ورسم ورواج ہندوستانی تہذیب کا ایک اہم جزو ہیں۔ وہ مختلف النوع ہونے کے باوجود یک رنگی کے ساتھ ہمیشہ سے اثر انداز ہوتے رہے ہیں اور امید ہے کہ آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ چند زوجیت (Polygamy) کو ہندوستان میں عہد قدیم سے اب تک ایک سماجی رسم ورواج کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا رہا ہے، ہندو کوڈ بل کے نفاذ اور مغربی تحریک آزادئ نسواں کے اثرات کی وجہ سے تعددِ ازدواج کا مسئلہ جو مسلم معاشرے میں ایک جائز قانونی حیثیت رکھتا ہے وہ خاصی حد تک ہندوستان میں آجکل معرضِ بحث بنا ہوا ہے[۸]۔ عام طور سے اپوزیشن پارٹیوں کی طرف سے بالخصوص جن سنگھ اور اس جیسے نظریات کے حامل افراد کی جانب سے اس بات کا برابر مطالبہ ہوتا رہتا ہے کہ ہندو کوڈ بل کے طرز پر مسلم پرسنل لا میں بھی اصلاحات کے لئے کوئی قانون بنایا جائے۔ اس بات کا مقصد خاص طور سے یہ ہوتا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے ایک سے زائد شادیوں کے حق کو ممنوع قرار دیا جا سکے۔ ان مطالبات کے خلاف مسلم عوام اور مسلم جماعتوں کی جانب سے برابر احتجاج کیا جاتا رہا ہے کیونکہ یہ ان کے مذہبی امور میں مداخلت کے مترادف ہے۔ حکومت ہند اب تک

ان مطالبات کو منظور کرنے سے اس بنیاد پر گریزاں رہی ہے کہ مسلم عوام اس کو پسند نہیں کرتے
ونیز یہ کہ مذکورہ اصلاحات کا مطالبہ خود متعلقہ فرقہ کی طرف سے پیش کیا جانا چاہیئے۔

اب آجکل یہ تصفیہ سیاست کی نظر ہو جانے سے کافی حد تک ایک جذباتی مسئلہ بن گیا ہے اور
اس سلسلہ میں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ یا تو زیادہ تر نظریاتی بنیادوں پر مبنی ہوتا ہے مثلاً جنسی مساوات
وغیرہ، یا پھر مذہبی نقطۂ نظر سے بحث کی جاتی ہے وہ اس لئے کہ مسلم پرسنل لا کا تعلق شریعت
اسلامیہ سے ہے، اور یا پھر تہذیبی و اقتصادی اثرات کی روشنی میں گفتگو کی جاتی ہے کیونکہ
پرسنل لا کے اثرات مسلمانوں کے تہذیبی و اقتصادی حالات پر بھی پڑتے ہیں۔ لہذا ہم نے
(مندرجہ بالا نقطۂ نظر سے ہٹ کر) غیر جانبدارانہ حیثیت سے اس مسئلہ پر صرف ایک مقصد کو
سامنے رکھکر مطالعہ کیا ہے کہ مسلمانوں میں تعددِ ازدواج کا رواج کس حد تک ہے؟ ہمارے
اس تحقیقی مطالعہ کے مختلف مقاصد تھے مثلاً یہ کہ مسئلہ کی وسعت اور اس کی اہمیت کا اندازہ
لگانا دوسرے ان حالات اور عوامل کا پتہ چلانا جن کی بدولت مسلمانوں میں تعدد ازدواج کی
ضرورت محسوس کی جاتی ہے، تیسرے یہ معلوم کرنا کہ آیا مسلمانوں کے اندر دو شادیوں
(Bigamy) کا رواج زیادہ ہے یا دو سے زائد (Polygamy) کا۔ اور آخر میں اپنی
ان تحقیقات کی بنیاد پر یہ فیصلہ کرنا کہ آیا اس مسئلہ کے حل کے لئے کوئی قانون وضع کرنا ضروری
ہے کہ نہیں؟

طریقۂ تحقیق اس تحقیق کے پیش نظر مختلف وجوہ کی بنا پر علی گڑھ شہر کو منتخب کیا گیا جس میں پہلی وجہ
یہ ہے کہ یہ جگہ ہماری تحقیقات کے لئے بہت آسان ہے، دوم اگرچہ علی گڑھ
کوئی بڑا شہر نہیں ہے (اس کی آبادی ۲ لاکھ ۵۲ ہزار ۳ سو چودہ ہے) پھر بھی یہ اسلامی علوم و
فنون اور تہذیب و تمدن کے لحاظ سے ایک عظیم مرکز کی حیثیت رکھتا ہے، مزید برآں یہاں
کی مسلم آبادی مجموعی طور پر ۳۳ فیصدی سے زائد ہے، تیسرے یہ کہ یہاں کے مسلمان ملک کے
مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں اس طرح سے یہاں کی مسلم آبادی ملک کے مختلف الخیال اور

مختلف طرز معاشرت رکھنے والے افراد مثلاً انجینیر، ڈاکٹر، علمار، دستکار، اَن پڑھ رکشہ کھینچنے والے، خوانچہ فروش، جھونپڑیوں میں رہنے والے نفیر، افلاس کی زندگی بسر کرنے والے اور اسی کے ساتھ ساتھ وہ لوگ بھی جو چھوٹے چھوٹے کارخانہ دار ہیں، پولٹری فارم کے مالک ہیں اور اونچے وسائل آمدنی رکھتے ہیں اس قسم کے افراد پر مشتمل ہے۔ اور چوتھی وجہ جو سب سے اہم ہے وہ یہ کہ اس مسئلہ خصوصی کی تحقیق کرنے والا شخص ایک علمی شخصیت رکھتا ہے وہ اپنی معلومات حاصل کرنے کے لئے ہر متعلقہ فرد سے انفرادی طور پر واقفیت رکھتا ہے اس طرح اس نے زیادہ سے زیادہ قابلِ اعتماد معلومات فراہم کی ہیں۔

یہ تحقیقاتی کام ۱۹۷۱ء میں شروع کیا گیا تھا اور ۱۹۷۳ء میں اختتام پذیر ہوا۔ یہ تین سال یا اس سے کچھ زائد کا وقفہ کسی ایک شہر اور ایک مخصوص طبقہ کی جانچ پڑتال کے لئے بہت کافی ہوتا ہے لیکن تحقیقات اور جانچ پڑتال کی نوعیت ہی کچھ اس قسم کی تھی کہ جس کی بنا پر اتنی زیادہ مدت درکار ہوئی۔ اس سلسلہ میں ہم نے صرف سرسری مطالعہ نہیں کیا ہے بلکہ اس موضوع کے ہر پہلو کا بھرپور جائزہ لیا ہے چنانچہ اس مقصد کے تحت ہم نے محلہ محلہ اور گلی گلی میں ان شادی شدہ جوڑوں کا انتخاب کیا ہے جن کی بیویاں زندہ ہیں اور ایک ساتھ رہتی ہیں، اس کے علاوہ ہر ہر کیس کی بار بار چیکنگ کی گئی ہے کیونکہ بعض معاملات میں یہ پتہ چلا کہ ابتدائی معلومات محض افواہ پر ہی مبنی تھیں یا وہ بعد میں سرے سے حقائق کے برخلاف ثابت ہوئیں۔

اگرچہ ہماری معلومات کا انحصار اس سوالنامہ پر تھا جس کو پہلے ہی اچھی طرح جانچ پرکھ لیا گیا تھا مگر پھر بھی ہم نے اپنے وسائل کو اسی حد تک محدود نہیں رکھا بلکہ ہم نے ہر کیس میں ہر شخص سے ذاتی طور پر بات چیت کی پھر اس کے بعد حاصل شدہ اطلاعات کی آزادانہ طریقہ سے متعلقہ پڑوسیوں، دوستوں، رشتہ داروں اور مقامی سوشل ورکروں سے بھی تصدیق و تحقیق کی۔ تمام امور نہایت احتیاط سے انجام دیئے گئے ہیں تاکہ کسی کے جذبات مجروح نہ ہوں اور ہماری ثقاہت پر بھی آنچ نہ آنے پائے۔

اعداد و شمار

بنیادی طور پر ہمارے سامنے ۱۱۹ کیس تھے جن میں سے صرف ۱۰۰ کیس کے اعداد و شمار دستیاب ہو سکے باقی کے متعلق یا تو ہمیں معلومات مہیا نہ ہو سکیں یا انہوں نے ہمارے ساتھ تعاون نہیں کیا لہٰذا ہمارا خیال ہے کہ ۱۱۹ میں صرف ۱۰۰ کیس کے (۱۴ ہزار شادی شدہ جوڑے) اعداد و شمار ہمارے اس مقصد کے لئے بہت کافی ہیں اور فن اعداد و شمار (Statistics) کی رو سے آسان بھی ہیں۔

اس مسئلہ کا تجزیہ کرنے کے لئے معاشرتی نوتی پیدائشی (Demographic) اعداد و شمار کو پیش نظر رکھ کے پیشہ، آمدنی، پہلی شادی کے وقت کی عمر، اسی طرح دوسری شادی کے وقت کی عمر، بیویوں کی عمریں اور ان کی تعلیم اور دوسری شادی کے بعد پہلی بیوی کی حیثیت کے بارے میں اطلاعات فراہم کی گئی ہیں۔

پیشہ کے لحاظ سے (پورے سماج کے) چار طبقے کئے گئے ہیں مثلاً ملازمت، صنعت و تجارت، زراعت اور دیگر ذرائع آمدنی وغیرہ جیسے وکالت، طبابت، خیاطی اور حلاقی وغیرہ۔ آمدنی کے لحاظ سے بھی چار طبقے کئے گئے ہیں، جیسے والدین کی کفالت ۱۰۰ روپیہ ماہوار یا اس سے کم، ۱۰۰ سے ۵۰۰ روپیہ تک اور ۵۰۱ روپیہ سے زائد۔ مزید برآں پہلی اور دوسری شادی کے وقت کی آمدنی اور خود بیویوں کی آمدنی کے بارے میں بھی معلومات حاصل کی گئی ہیں۔ ان حالات اور مجبوریوں کا بھی پوری طرح سے تجزیہ کیا گیا ہے جن کی وجہ سے شوہروں کو دوسری شادی کرنا پڑی ہے اس میں بھی آمدنی عمر اور تعلیم کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

تعلیم کے لحاظ سے بھی چار طبقے ہیں اول بالکل ان پڑھ، دوم جزوی تعلیم، سوم ثانوی درجات تک کی تعلیم اور چہارم گریجویٹ یا اس سے زائد تعلیم۔ شوہر کی عمروں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے مختلف معیار کو سامنے رکھا گیا ہے، مثلاً پہلی شادی کے وقت کیا عمر تھی پھر دوسری شادی کے وقت کیا عمر ہوئی اور اب موجودہ عمر کیا ہے۔ لیکن بیویوں کی عمریں صرف وہ دکھلائی گئی ہیں جو ان کی شادی کے وقت تھیں، عمر کے لحاظ سے بھی مردوں کے پانچ طبقے

کئے گئے ہیں مثلاً ۱۵ سال سے کم، پھر ۱۵ سے ۱۶ سال، ۱۶ سال سے ۲۰ سال تک، ۲۱ سال سے ۲۵ سال تک، ۲۶ سے ۳۰ سال تک اور پھر ۳۱ سال یا اس سے زائد۔ موجودہ عمر کے بھی پانچ زمرے ہیں، مثلاً ۳۰ سال سے کم، ۳۱ سے ۴۰ سال تک، ۴۱ سال سے ۵۰ سال تک ۵۱ سے ۶۰ سال تک اور پھر ۶۱ سال یا اس سے زائد۔ پہلی اور دوسری شادی کے درمیانی وقفہ کو بھی علیحدہ علیحدہ پانچ طبقوں میں ظاہر کیا گیا ہے مثلاً ۵ سال سے کم، ۶ سے ۱۰ سال تک، ۱۲ سے ۱۵ سال تک، ۱۶ سے ۲۰ سال تک اور پھر ۲۱ سال یا اس سے زائد۔

تجزیہ کا نتیجہ ۱۔ ہندوستانی مسلمانوں میں تعدد ازدواج عام طور سے رواج پذیر نہیں ہے۔ پھر بھی اس کا وجود (کسی حد تک) ان میں ضرور موجود ہے، خاص طور سے وہ لوگ تعدد ازدواج پر عامل ہیں جو صنعت وتجارت کے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں، ان کا تناسب ۴۹ فیصد ہے اس کے بعد ملازم پیشہ لوگ ہیں جن کا تناسب ۳۲ فیصد ہے جبکہ زراعت سے تعلق رکھنے والے صرف ۴ فیصد افراد ہیں۔

خاکہ ۱

پیشہ کے لحاظ سے افراد کی تعداد

	پیشہ	تعداد
۱۔	ملازمت	۳۲
۲۔	صنعت وتجارت	۴۹
۳۔	زراعت	۴
۴۔	دستکار	۱۵
	میزان	۱۰۰

۲۔ آمدنی کے لحاظ سے مردوں کا تجزیہ کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یعنی ۳۲ فیصد سے بھی کم ایسے لوگ ہیں جن کا بارہ پہلی شادی کے وقت والدین پر تھا لیکن دو کیس ایسے بھی

تھے جن کا انحصار دوسری شادی کے وقت بھی ان کے والدین پر تھا ۔ باقی افراد عام طور سے مالی اعتبار سے بہتر حالت میں تھے۔

خاکہ ۲

آمدنی کے لحاظ سے تقسیم

آمدنی	پہلی شادی کے وقت	دوسری شادی کے وقت
۱۔ ۱۰۰ روپیہ ماہوار سے کم	۲۵	۱۱
۲۔ ۱۰۱ سے ۵۰۰ روپیہ ماہوار تک	۳۶	۶۵
۳۔ ۵۰۱ روپیہ سے زائد	۰۶	۲۲
۴۔ والدین پر انحصار	۳۳	۰۲
میزان	۱۰۰	۱۰۰

۳۔ ایک سے زائد بیویوں والے لوگ کسی حد تک کم تعلیم یافتہ لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔ ناخواندہ لوگوں کی تعداد صرف ۱۲ ہے جبکہ آدھے سے زائد متعدد بیویوں والے شوہر کم پڑھے لکھے ہیں جن کی تعلیم پرائمری درجات سے زائد نہیں ہے ۔ یہی دونوں طبقے (خواندہ اور ناخواندہ) تعدد ازدواج کے ذمہ دار ہیں جن کا تناسب ۷۰ فیصدی سے کم نہیں ہے، باقی افراد کی تعلیم ہائیر سکنڈری یا اس کے مساوی درجات سے زیادہ ہے جو لوگ اس سے بھی زائد تعلیم یافتہ ہیں ان کی تعداد صرف ۱۰ ہے۔

خاکہ ۳

تعلیم کے لحاظ سے افراد کی تقسیم

تعلیمی معیار	تعداد
۱۔ ناخواندہ	۱۲
۲۔ پرائمری درجات تک	۵۸

٣-	ہائیر سکنڈری تک	٣٠
٤-	اس سے زائد	١٠
	میزان	١٠٠

تجزیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کم عمری یا بڑھاپے کی شادیوں کا رواج عام طور سے مسلمانوں میں نہیں پایا جاتا ہے چنانچہ ١٠٠ میں صرف ٩ شادیاں ١٥ سال سے کم عمر میں ہوئیں اور صرف ٢ شادیاں زیادہ عمر یعنی ٣١ سال کی عمر میں ہوئیں زیادہ تر رشتہ از دواج ١٦ و ٢٠ سال اور ٢١ و ٣٥ سال کے درمیان ہیں ہوا جن کا تناسب ٨١٪ ہوتا ہے اس کے بعد جوں جوں عمر بڑھتی جاتی ہے یہ رجحان کم ہوتا جاتا ہے۔ نکاح ثانی کے واقعات عام طور سے ٢٦ سے ٣٠ سال، ٣١ سے ٣٥ سال اور ٣٥ سے ٤٠ سال کے درمیان ہوئے ہیں جن کی تعداد علی الترتیب ٣٢، ٢٤ اور ٢٠ افراد ہے۔ ان کا تناسب ریکارڈ شدہ واقعات میں ٧٦٪ ہے۔ صرف ایک ہی واقعہ ایسا ہے جہاں کہ نکاح ثانی ٢٠ سال سے کم عمر میں کیا گیا ہے اور وہ بھی صرف ایک ہی واقعہ ہے جہاں کہ نکاح ثانی مرد نے ٤٥ سال سے زائد کی عمر میں کیا ہے۔

خواتین میں بھی شادی کی عمریں زیادہ تر ١٦ سے ٢٠ سال کے درمیان میں پائی گئی ہیں۔ عمر کے اس زمرے میں پہلی شادی کے ٦٢ اور دوسری شادی کے ٤٦ واقعات ہوئے ہیں، نکاح ثانی کے واقعات ٢١ سے ٢٥ سال کی عمر میں ٤٢، اور ٢٦ سے ٣٠ سال کی عمر میں ١٧ ہوئے ہیں، ایسی خواتین جن کی شادی ١٥ سال سے کم عمر میں ہوئی ہے ان کی تعداد ٣١ ہے لیکن نکاح ثانی کے وقت مذکورہ عمر والی خواتین کی تعداد کوئی قابل ذکر نہیں ہے یعنی صرف ٦ ہے، ایسے ہی ٣١ سال یا اس سے زائد عمر والی خواتین کی تعداد بھی بہت کم ہے یعنی صرف ٧ عدد ہے۔

جہاں تک پہلی اور دوسری شادی کے درمیانی وقفہ کا تعلق ہے یہ پتہ چلتا ہے کہ زیادہ تر دوسری شادیاں پہلی شادی کے ٦ سے ١٠ سال بعد کے عرصہ میں ہوئی ہیں جن کی تعداد

۱۰۰ میں صرف ۳۵ ہے۔ کل ۱۰ واقعات ایسے ہوئے ہیں جن میں دوسری شادی ۵ سال کے اندر ہی ہوئی ہے، اسی طرح ۱۱ سے ۱۵ سال کے فصل سے ۲۴، ۱۶ سے ۲۰ سال کے فصل سے ۱۹ اور ۲۰ سال سے زائد فصل کے ۱۵ واقعات ہوئے ہیں۔

خاکہ ۲

(الف)

مردوں کی موجودہ عمر کے لحاظ سے

	عمر	تعداد
۱۔	۳۰ سال سے کم	۹
۲۔	۳۱ سے ۴۰ سال	۲۸
۳۔	۴۱ سے ۵۰ سال	۳۵
۴۔	۵۱ سے ۶۰ سال	۱۷
۵۔	۶۰ سال سے زائد	۱۱
	میزان	۱۰۰

خاکہ ۲

(ب)

پہلی شادی کے وقت مردوں کی عمریں

	عمر	تعداد
۱۔	۱۵ سال سے کم	۹
۲۔	۱۶ سے ۲۰ سال کے درمیان	۵۵
۳۔	۲۱ سے ۲۵ سال کے درمیان	۲۶
۴۔	۲۶ سے ۳۰ سال کے درمیان	۸

۵۔	۳۱ سال سے زائد	۲
	میزان	۱۰۰

خاکہ ۴

(ج)

دوسری شادی کے وقت کی عمریں

	عمر	تعداد
۱۔	۲۵ سال سے کم	۱۱
۲۔	۲۶ سے ۳۵ سال کے درمیان	۵۶
۳۔	۳۶ سے ۴۰ سال کے درمیان	۲۰
۴۔	۴۱ سے ۴۵ سال کے درمیان	۱۰
۵۔	۴۶ سال سے زائد	۳
	میزان	۱۰۰

خاکہ ۴

(د)

پہلی بیوی/شوہر کی عمر اور دوسری بیوی/شوہر کی عمر کے لحاظ سے

	عمر	پہلی بیوی/شوہر	دوسری بیوی/شوہر
۱۔	۱۵ سال سے کم	۳۱	۶
۲۔	۱۶ سے ۲۰ سال کے درمیان	۶۲	۴۶
۳۔	۲۱ سے ۲۵ سال کے درمیان	۴	۲۴
۴۔	۲۶ سے ۳۰ سال کے درمیان	۲	۱۷
۵۔	۳۱ سال یا اس سے زائد	۱	۷
	میزان	۱۰۰	۱۰۰

خاکہ ۴

(س)

پہلی اور دوسری شادی کی درمیانی مدت

	وقفہ	تعداد
۱۔	۵ سال سے کم	۱۰
۲۔	۶ سے ۱۰ سال کے درمیان	۳۵
۳۔	۱۱ سے ۱۵ سال کے درمیان	۲۴
۴۔	۱۶ سے ۲۰ سال کے درمیان	۱۶
۵۔	۲۱ سال یا اس سے زائد	۱۵
	میزان	۱۰۰

پہلی بیوی کی بود و باش اور طرز رہائش پر دوسری شادی کے اثرات کا جائزہ لینے سے پتہ چلا کہ (الف) ۶۷ میں سے ۲ بیویاں وہ تھیں جو ایک ہی مکان میں رہتی تھیں۔ (ب) ۱۹ بیویوں نے پہلی یا دوسری بیوی ہونے کی حیثیت سے ایک دوسرے سے الگ رہنا پسند کیا اور ان کے لئے ان کے شوہروں کو الگ انتظام کرنا پڑا۔ (ج) ۱۱ خواتین نے جو پہلی بیوی کی حیثیت سے تھیں انھوں نے شوہر سے الگ ہو کر اپنے والدین یا سسرال والوں کے ساتھ رہنا پسند کیا۔

دوسری شادی یا دوسری بیوی کے آجانے سے پہلی بیوی کی زندگی کی امنگوں پر کوئی منفی اثر مرتب نہیں ہوتا ہے، صرف ۱۴ کیس ایسے پائے گئے ہیں جن میں پہلی بیوی دوسری شادی کے بعد انتقال کر گئی اور ۱۳ بیویاں وہ تھیں جو امراض مزمنہ کا شکار تھیں، پہلی بیوی کے انتقال اور دوسری شادی کا درمیانی وقفہ کچھ اس طرح سے ہے مثلاً ۲ کا انتقال ۵ سال کی مدت میں ہو گیا، ۵ کا ۵ سے ۱۰ سال کی مدت میں ہوا، ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

۲ کا ۱۰ سے ۱۵ سال کی مدت میں ہوا اور ۲ کا نکاح ثانی کے ۱۵ سال کی مدت کے بعد انتقال ہوا۔

مردوں میں تعددِ ازدواج کے وجوہ واسباب کی تحقیقات کرنے کے لئے ایک مجوزہ طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے، ایسے افراد کے سامنے وہ مختلف وجوہ واسباب رکھے گئے جن کی وجہ سے انھیں پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری یا تیسری شادی کرنا پڑی، ہر شخص کے اسباب اس سلسلہ میں ایک دوسرے سے مختلف تھے لیکن بعض میں کچھ مشترک بھی پائے گئے ہیں، بعض لوگوں نے یہ بھی ظاہر کیا کہ ان کو دوسری شادی ایک سے زائد اسباب کی بنا پر کرنا پڑی، (عام طور سے) ایک بہتر رفیق زندگی کی خواہش اور یا کسی سابقہ معاشقہ کی تکمیل یہی وہ اسباب تھے جنھیں تقریباً آدھے افراد یعنی (۲۵ + ۲۲) نے بیان کئے ہیں، گھر میں مسرت وخوشی کا ماحول نہ ہونا بھی ۲۸ افراد کے لئے دوسری شادی کا سبب بنا۔ ۱۵ افراد ایسے بھی تھے جو اس وجہ سے دوسری شادی کے لئے مجبور ہوئے کہ پہلی بیوی بانجھ تھی اور انھیں اولاد کی تمنا بہت تھی۔ ۱۳ افراد نے دوسری شادی اس لئے کی کہ ان کی پہلی بیوی کسی طویل اور مزمن مرض میں مبتلا تھی۔ جس کی وجہ سے ان کی گھریلو زندگی بے کیف ہو کر رہ گئی تھی ۳۔ افراد ایسے بھی تھے جو اس لئے شادی کے لئے مجبور ہوئے کہ پہلی بیوی پاکستان چلی گئی اور وہیں اس نے اقامت اختیار کرلی۔ علاوہ ازیں ۴ اشخاص ایسے بھی ملے جنھوں نے حصولِ زر کی خاطر دوسری شادی کی کیونکہ دوسری بیوی بھی خود ۳۰۰ روپیہ ماہوار سے زیادہ اپنی ذاتی آمدنی رکھتی تھی۔ ۸ اشخاص نے پہلی بیوی سے کشیدگی اور ناآسودگی کی بنا پر دوسری شادی کی، ان کو یہ شکایت تھی کہ پہلی بیوی نہایت مشتعل مزاج اور بدزبان ہے۔ صرف ۹ افراد نے دوسری شادی اس لئے کی تاکہ آبائی جائداد محفوظ رہے اور وہ غیر خاندان میں جانے نہ پائے۔

ہم نے اس بات کے معلوم کرنے کی بھی کوشش کی کہ آیا کوئی بامعنی نسبت پیشہ، تعلیم، عمر اور آمدنی میں، بہ حیثیت تغیر پذیر عوامل کے، پائی جاتی ہے؟ اور کیا کچھ مجوزہ اسباب،

بہ حیثیت مشروط تغیر پذیر عوامل کے، باہم کوئی نسبت رکھتے ہیں ؟ گو کہ یہ نسبت اب تک معلوم نہیں ہے۔

خاکہ ۵

(الف)

دوسری شادی کے اسباب

اسباب	تعداد
۱- پہلی بیوی کا بانجھ پن	۱۵
۲- پہلی بیوی کی مزمن بیماری	۱۳
۳- آبائی جائداد کی حفاظت	۹
۴- حصول زر	۳
۵- پہلی شادی سے مایوسی	۸
۶- پہلی بیوی کا بیرونِ ملک چلے جانا	۳
۷- پہلی بیوی سے بہتر رفیقۂ حیات کی خواہش	۲۲
۸- قبل شادی دوسری بیوی سے معاشقہ	۲۵
۹- دیگر اسباب	۲۴

خاکہ ۵

(ب)

ذریعہ معاش اور دوسری شادی کے اسباب

ذریعہ معاش	اسباب ۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
۱- ملازمت	۲	۳	۴	۱۰	۱	۱	۲	۶	۸

		۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
۲۔	صنعت وتجارت	۱۰	۷	۵	۶	۲	۱	۵	۱۵	۱۱
۳۔	دیگر پیشے کے لوگ	۳	۳	-	۵	-	-	۱	۴	۲
۴۔	زراعت	-	-	-	۱	-	۱	-	-	۳

خاکہ ۵

(ج)

تعلیم اور دوسری شادی کے اسباب

تعلیم کا معیار		اسباب								
		۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
۱۔	ناخواندہ	۳	۱	۱	۰	۰	۰	۲	۵	۲
۲۔	معمولی	۸	۷	۳	۱۰	۳	۲	۴	۱۳	۱۵
۳۔	ہائیر سکنڈری	۶	۵	۰	۱	۰	۲	۲	۴	۴
۴۔	مزید اونچی تعلیم	۱	۲	۲	۰	۰	۹	۳	۱	۰

خاکہ ۵

(د)

عمر اور دوسری شادی کے اسباب

عمر		اسباب								
		۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
۱۔	۲۵ سال سے کم	۴	۲	۰	۲	۰	۰	۱	۱	۳
۲۔	۲۶ سے ۳۵ سال کے درمیان	۹	۸	۷	۱۲	۱	۳	۴	۱۱	۱۱

۳۔ ۳۶ سے ۴۰ سال کے درمیان	۰	۱	۲	۷	۱	۰	۲	۷	۵
۴۔ ۴۱ سے ۴۵ سال کے درمیان	۱	۱	۰	۱	۱	۰	۱	۲	۳
۵۔ ۴۶ سال سے زائد	۱	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۲

دوسری شادی کی نوبت لانے میں والدین کا خود اپنی مرضی کے ٹھونسنے کا بھی دخل ہوتا ہے پہلی شادی کے وقت والدین کا کیا رول رہا ہے ہم نے اس کا بھی جائزہ لیا ہے۔ ۸۷ کیس میں ہم کو یہ پتہ چلا کہ پہلی شادی والدین نے اپنے لڑکوں کی رائے لے کر کی، ۲۲ کیس ایسے تھے جس میں شوہر اپنے والدین کی طے کی ہوئی شادی سے متفق نہیں تھے لیکن وہ بعض اسباب کی بنا پر اپنا اختلاف یا نافرمانی ظاہر نہیں کر سکتے تھے۔ اس سلسلہ میں ایک دلچسپ اور اہم بات یہ ہے کہ ایک خاصی تعداد نے اپنی دوسری شادی کے جواز میں اس بات کا انکشاف کیا کہ وہ اپنی دیرینہ آرزو اور ناگزیر خواہش کے مطابق ایک ایسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتے تھے جس کے ساتھ انہیں بہت تعلق تھا مگر ابتداً وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے تھے۔

تحقیقات کا خلاصہ اور نتیجہ

۱۔ مسلمانوں میں چند زوجیت (Polygamy) سے زیادہ دو زوجیت (Bigamy) کا رواج ہے اور وہ بھی اتنا عام نہیں کہ اسے ایک سماجی تباہی کے مترادف کہا جائے بلکہ اس کے برعکس اس کا تعلق تجدد (Modernization) کے اثرات سے ہے۔ دو شادیوں کا رواج مسلمانوں میں ایک استثنائی حیثیت رکھتا ہے اس کا کوئی مستقل چلن نہیں ہے۔ ہم اپنی تحقیقات کی روشنی میں اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ مسلم سماج میں بھی دوسرے ہندوستانیوں کی طرح دوسری شادی زیادہ پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھی جاتی جیسا کہ کبھی ہوا کرتا تھا۔

۲۔ چند زوجیت (Polygamy) کا رواج متمول طبقوں میں نسبتاً زیادہ ہے اگرچہ یہ طبقہ بھی اوسط آمدنی والے طبقے میں شمار کیا جاتا ہے۔ چند زوجیت (Polygamy)

آجکل ہندوستانی مسلمانوں کی سماجی زندگی میں کوئی خصوصیت اور کشش نہیں رکھتی ہے جیساکہ پہلے کبھی رہی ہوگی، لیکن آج ناواقفیت کی بنا پر عام طور سے یہی خیال کیا جاتا ہے۔ اب یہ رسم ختم ہوتی جارہی ہے۔ اس کا اندازہ شادی شدہ افراد کا ایک سے زائد بیویوں کے رکھنے کی تعداد سے ہوتا ہے۔ دو شادیوں (Bigamy) کا بھی یہی معاملہ ہے لیکن یہ بھی ایک ایک استثنائی صورت میں پائی جاتی ہے اس کا بھی کوئی عام رواج نہیں ہے یہ بات ہمارے جائزے کے اعداد و شمار سے واضح ہوجاتی ہے کہ عام طور سے چند زوجیت کا رواج زیادہ عمر والے افراد میں ہے مثلاً ۱۰۰ میں ۸۰ افراد وہ ہیں جو ۶۱ سال یا اس سے زیادہ کے ہیں۔ فوری طور پر ہماری معلومات میں فی الحال دوسری شادی کا کوئی کیس نہیں آیا ہے، ہمارا خیال ہے اور یہ یقین کرنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ رسم زوال پذیر منزل میں ہے۔ اعلیٰ تعلیم کی ضرورت اور معیار زندگی کو اونچا بنانے کی جد و جہد نے تقریباً اس بات کو ناممکن عمل بنا دیا ہے کہ ایک شخص دو بیویوں کو آسودہ حالی اور اطمینان کے ساتھ رکھ سکے۔ اس لحاظ سے چند زوجیت کو روکنے کے لئے کوئی قانون بنانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے یہ مسئلہ نہایت معمولی ہے اور روز بروز ختم ہوتا جارہا ہے۔ مسلم کمیونٹی نے خود ہی اپنے شادی بیاہ طلاق اور وراثت کے معاملات میں ضروری اصلاحات لانے اور موجودہ دور کے چیلنج کا جواب دینے کے لئے اس مسئلہ کی اصل حقیقت کو سمجھ لیا ہے۔ ایسا قانون لانے سے زیادہ اہم ضرورت اس بات کی ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے اندر ان کے تحفظ کا احساس پیدا کیا جائے کیونکہ ان کا ایک بڑا طبقہ فرقہ وارانہ فسادات سے سخت متاثر ہے، لہٰذا ان کی ان دشواریوں کو دور کرنے کی ضرورت ہے جو ہندوستان کے ترقی پذیر معاشرے میں سیاسی، سماجی، معاشی اور تہذیبی محاذ پر انھیں پیش آتی رہتی ہیں۔ مسلم پرسنل لا میں اصلاحات لانے والے قوانین کو اس روشنی میں وضع کرنا چاہئے کہ (متعلقہ فرقہ کو) یہ احساس نہ ہو کہ وہ گھیر کر مجبور کیا جارہا ہے۔ یہ بات تجربہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ ہمارے اندر ایسے سماجی قوانین مثلاً کم عمری کی شادی، چھوت چھات اور جہیز وغیرہ کے متعلق بنانے

کی صلاحیت موجود ہے۔ معاشرے میں اصلاحات لانے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ تعلیم اور معاشی ترقی کے اقدامات پہلے کئے جائیں۔ حکومت کی مشینری کو سماجی اصلاحات اور سماجی بھلائی کے لئے آخری حربہ کے طور پر استعمال کرنا چاہیے۔

مصادر و مراجع

۱۔ ایم۔زیڈ۔خان "Islam: Its meaning for Modern Man"، ص ۱۲۱، لندن ۱۹۶۲ء

پی۔کوڈنڈا راؤ "Muslim Polygamy and Divorce In India" جرنل آف کانسٹی ٹیوشنل اینڈ پارلیمنٹری اسٹڈیز، جلد سوم، نمبر ۳ جولائی وستمبر ۱۹۶۹ء

۲۔ ای، ویسٹر مارک "The History of Human Marriage" ص ۴۳۱، لندن ۱۸۹۴ء

۳۔ کے۔ایم۔کپاڈیا "Marrige & Family in India" ص ۹۴-۹۷، لندن ۱۹۵۵ء

۴۔ پی۔ایچ۔ولوالکر "Hindu Social Institution" ص ۱۹۲-۹۴، بمبئی ۱۹۳۹ء

۵۔ کانتی کپراسی واجیت بالڈر "Polygamist of Urban India" ۱۹۶۰-۶۱ء، انڈین جرنل آف سوشل ورکس، اپریل ۱۹۷۰ء

۶۔ اس قانون کے مطابق دلھن کی عمر کم از کم ۱۵ سال اور دولھا کی عمر ۱۸ سال مقرر کی گئی ہے لہٰذا اس قانون کے نفاذ کے بعد اگر ہندو فریقین میں اس کے برخلاف کوئی شادی ہوگی تو وہ ناجائز قرار دی جائے گی اور متعلقہ فریقین تعزیرات ہند کی دفعہ ۴۹۴ اور ۴۹۵ کے تحت مستوجب سزا قرار پائیں گے۔

۷۔ دانیال لطیف "Muslim Personal law Reform"
جرنل آف کانسٹی ٹیوشنل اینڈ پارلیمنٹری اسٹڈیز، جلد ۴، ملا، ۱۹۷۰ء د ایم۔آر۔
اے بیگ "Enlightened Communalism"
سیمینار، جنوری ۱۹۷۰ء ۔ اے۔بی۔شاہ "Challenges to Secularism" بمبئی ۱۹۶۸ء

۸۔ ملاحظہ فرمائیں، کاملہ طیب جی "Islam and its law"
ریڈنس ۵ راپریل ۱۹۷۰ء والف۔آر۔فریدی و ایم۔این۔صدیقی
"Muslim Personal law" سیمینار منعقدہ علی گڑھ ۱۹۷۳ء

۹۔ ملاحظہ فرمائیں، محمد غوث "Secularism, Society and law in India"
دہلی ۱۹۷۳ء و کے ایل۔گادیا "Passive Voices" دہلی ۱۹۷۳ء

خلافت امویہ اور ہندستان

مولفہ: جناب قاضی اطہر مبارکپوری

اس کتاب میں اسلامی ہند کے نوے سالہ اموی دور کی مکمل تاریخ بیان کی گئی ہے جس میں غزوات، فتوحات اور اہم واقعات، ملکی و شہری انتظامات، حربی و فوجی نظم ونسق، اموی امراء وحکام، راجوں مہاراجوں، ہندی الاصل و عربی الاصل مسلمانوں، اسلامی علوم وفنون، علم حدیث و محدثین، مسلمانوں اور غیر مسلموں کے گوناگوں تعلقات نیز ہر طبقہ کے اعیان و رجال کے حالات نہایت مستند طور پر بیان کئے گئے ہیں ۔ قیمت مجلد

ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶